اکبر اور آزادی بیان

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی

مغل بادشاہ اکبر (۱۶۰۵ء۔۱۵۵۶ء) تاریخ ہندوستان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اپنے عہد میں اس نے جو فیصلے کئے اور پالیساں بنائیں وہ اپنے دور سے آگے کی بات تھی۔یہی وجہ ہے کہ اس دور کے علماء کی ایک کثیر تعداد اس کی اہمیت کو نہ سمجھ سکی۔ وہ تصوف سے حد درجہ متاثر تھا، اسی وجہ سے مذہب کی بنیاد پر تفریق کا سوال ہی نہ تھا۔ وہ مغل حکومت میں رہنے والے تمام لوگوں کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرنا چاہتا تھااور اس کوشش میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوا۔

ترکوں کی سلطنت ۱۲۰۶ء میں ہندوستان میں قائم ہوئی لیکن ترکوں کا ہندوؤں سے کوئی رشتہ نہ تھا، اور اگر تھا تو صرف لگان وصول کرنے تک۔ ترکوں نے کوئی کوشش ہندووں کے مذہب کے سمجھنے کے لئے بھی نہیں کی۔ ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں سے کسی قسم کا کوئی رشتہ ہی نہ تھا۔ آزادی بیان کا کوئی سوال نہ تھا کیوں کہ ان کی حکومت میں ان لوگوں کا کوئی دخل ہی نہ تھا۔ اکبر نے ہندوؤں سے تعلقات قائم کئے۔ انہیں مغل حکومت کا حصہ بنایا اور ان لوگوں سے رشتہ ازدواج بھی قائم کیا۔ اس کے بعد مکمل آزادی کا مسئلہ سامنے آیا۔ ہندووں کا کیا سوال، ترکوں کے عہد میں تو شیعوں کو بھی آزادی بیان کی سہولت حاصل نہ تھی۔ اس دور کے مورخین کی تاریخیں مثلاً ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی وغیرہ اس کے بین ثبوت ہیں۔ اکبر کا اس آزادی کی راہ میں پہلا قدم ۱۵۶۳ء میں ہندوؤں پر تیرتھ یاترا ٹیکس کا معاف کرنا تھا۔ ہر شخص مذہبی آزادی کا خواہاں ہے۔لیکن ۱۵۶۳ء تک مالدار ہندوتو تیرتھ کے لئے ٹیکس ادا کرکے تیرتھ یاترا کرسکتے تھے لیکن غریب ہندو تیرتھ یاترا کے حق سے اس لئے محروم تھے کہ وہ مفلوک الحال ہونے کی وجہ سے یہ ٹیکس ادا نہیں کر پاتے تھے اور تیرتھ یاترا کی حسرت ان کے دلوں میں ہی رہ جاتی تھی۔ اس ٹیکس کو ختم کر کے اکبر نے تمام ہندووں کو تیرتھ یاترا کی آزادی دی۔ اس دور میں بھی عبد القادر بدایونی، شیخ احمد سرہندی وغیرہ نے اکبر کے ان اقدامات کی مخالفت کی اور آج بھی پاکستانی مورخ اکبر کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔

صوفیاء نے ہندوستان میں خانقاہوں کی بنیاد ڈالی، جن کے دروازے بلا تفریق مذہب وملت سب

کے لئے کھلے رکھے۔ ہر شخص چاہے وہ ہندو ہو یا کسی اور مذہب کا پیرو ہو خانقاہوں میں آسکتا تھا، ساتھ بیٹھ سکتا تھا اور اپنی بات کہہ سکتا تھا۔ لیکن سولہویں صدی سے صوفی تحریک کمزور ہونا شروع ہوگئی۔

اکبر کے عہد کے ابتدائی دور میں مخدوم الملک عبداللہ سلطانپوری اور شیخ عبد النبی جیسے علماء جس کو چاہتے قتل کرادیتے اور جس کو چاہتے اس کی لاش کو قبر سے نکلوا کر دوسری جگہ دفن کروادیتے ۔ مخدوم الملک کی تو یہ حالت تھی کہ جن کتابوں سے وہ متفق نہ ہوتے ان کتابوں کو بھی جلوادیتے۔ خود بدایونی نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ”میں ۱۵۷۲ء میں فتح پور میں ابوالفضل کے ساتھ مخدوم الملک سے ملنے گیا تو دیکھا کے ان کے سامنے امیر جمال الدین عطاء الدین فضل اللہ حسینی شیرازی کی کتاب ۔ روضة الاحباب فی سیرة النبی والاصحاب، رکھی تھی۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ہم سے کہا کہ دیکھتے ہو کہ اس کتاب میں مقتدیان ولایت نے کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے اور ایک شعر کی طرف ہماری توجہ دلائی کہ یہ تو رفض سے بھی زیادہ ہوگیا۔ سب نے طے کرلیا ہے کہ اس کتاب کو جلادوں“[۱] اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آزادی بیان کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

اکبر کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کوئی ایک ایسا سینٹر بنایا جائے جہاں تبادلہ خیال ممکن ہو۔ لہٰذا ۱۵۷۵ء میں فتح پور میں اس نے عبادت خانہ کی بنیاد ڈالی۔ بدایونی کے مطابق یہ عبادت خانہ اس مقام پر تعمیر ہوا جہاں کبھی میاں عبد اللہ نیازی سرہندی کی خانقاہ ہوا کرتی تھی۔ بدایونی کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے کہا کہ فاروقیوں کی ملکیت پر فرعون وشداد کی عبادت گاہ تعمیر ہوئی[۲] بدایونی کے اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اکبر کے اس فیصلہ سے قطعی ناخوش تھا۔

ابتداء میں عبادت خانہ میں صرف سنی علماء کو بات چیت کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ اور یہ جلسہ عبادت خانہ میں شب جمعہ میں منعقد ہوتا تھا۔ اکبر خود اس جلسہ میں شرکت کیا کرتا تھا۔[۳] مختلف موضوعات پر بحث ہوتی۔ اکبر سب سے اوپر بیٹھتا اس کے بعد ابوالفضل ،فیضی بیٹھتے اور اس کے بعد والے درجہ پر باقی علماء کی نشست ہوتی۔ عبادت خانہ کی ایک پینٹنگ بھی دستیاب ہوئی ہے جسکی وجہ سے عبادت خانہ کی صحیح جگہ کی نشاندہی ممکن ہوسکی۔ جب ڈاکٹر محمد کے کے، آگرہ سرکل ، آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کے سپرنٹینڈنگ آرکیالوجسٹ تھے، انہوں نے فتح پور کی جامع مسجد کے سامنے

۱۔ابوالفضل ۔ اکبرنامہ ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۳۶۵ ۔ ۲۔بدایونی منتخب التواریخ ۔جلد دوم صفحہ ۲۰۲

۳۔ بدایونی منتخب التواریخ ۔ جلد دوم ۔ ص ۲۱۲

بدایونی کے بیان اور پینٹنگ کی مدد سے اس جگہ کھدائی کی اور وہ پلیٹ فارم مل گیا جو عبادت خانہ کی عمارت کا حصّہ تھا۔

ابو الفضل نے اکبر نامہ میں بھی عبادت خانہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اکبر گجرات سے کتابوں کا ایک ذخیرہ اپنے ساتھ لایا اور اس کو اس نے ان علماء کو دیا جو عبادت خانہ کی بحث میں حصہ لیا کرتے تھے[۱] بدایونی نے لکھا کہ اس کو "مشکوٰۃ الانوار" کی جلد ملی[۲] اکبر نے عبادت خانہ میں علماء کے علاوہ مشائخ کو بھی دعوت دی جس کے نتیجہ میں شیخ بدر الدین چشتی کو بھی جو شیخ سلیم چشتی کے فرزند تھے، اس عبادت خانہ میں آنے اور بحث میں حصہ لینے کا موقع ملا۔[۳] لیکن اکبر نے ایک بات کی ہدایت کررکھی تھی کہ بحث ومباحثہ تہذیب کے دائرہ میں رہ کر ہوگا اور کوئی شخص اس بحث میں کسی کو ذلیل نہیں کرے گا اور نہ ہی نازیبا الفاظ کسی کے خلاف استعمال کرے گا۔ اکبر نے عبادت خانہ کے نظم وضبط کی ذمہ داری عبد القادر بدایونی کے سپرد کی اور انہیں ہدایت دی کی جو شخص بھی عبادت خانہ کے ڈسپلن کی خلاف ورزی کرے، اس کو عبادت خانہ سے باہر نکال دیا جائے۔ ایک رات عبادت خانہ میں بہت سخت بحث چل رہی تھی اور علماء ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس وقت آصف خاں، بدایونی کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بدایونی سے کہا کہ اگر تم بادشاہ کی ہدایت پر عمل کرو تو اس وقت کوئی بھی عبادت خانہ میں نہ رہ سکے گا۔ بدایونی کو آصف خاں کی اس بات پر ہنسی آگئی۔[۴] عبادت خانہ کی بحث کا یہ حشر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ہم دوسرے کو کچھ کہنے کی آزادی دینا نہیں چاہتے بس ہم جو کہہ رہے ہیں وہی صحیح ہے اور وہی دوسروں کو ماننا چاہئے۔

عبادت خانہ کے اس تجربہ کے بعد اکبر نے ایک انقلابی قدم یہ اٹھایا کہ عبادت خانہ کے دروازے شیعی علماء کے لئے بھی کھول دیئے۔ ۱۲۰۶ء میں ترکوں کی سلطنت کے قیام کے بعد، ۱۵۷۶ء میں یہ پہلا موقع تھا جب شیعی علماء کو آزادی بیان کا حق ملا۔ یہ وہ وقت تھا جب ایرانی علماء مع اپنے کتاب خانہ کے ہندوستان پہونچ چکے تھے۔ ان میں سے کچھ نے لاہور، آگرہ، فتح پور اور کچھ علماء نے حیدر آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اب کیا تھا تاریخ اسلام کے مختلف ابواب پر بحث شروع ہوئی اور خاص طور سے ان سوالات پر بحث ہوئی جو حکومت بنی امیہ کی مختلف پالیسیوں کے نتیجہ میں

۱۔ ابو الفضل۔ اکبر نامہ۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۶۵
۲۔ بدایونی منتخب التواریخ۔ جلد دوم صفحہ ۲۰۲
۳۔ بدایونی منتخب التواریخ۔ جلد دوم۔ ص ۲۱۲
۴۔ بدایونی منتخب التواریخ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰۱

سامنے آئے۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ اس قدر بحث کرتے کہ پسینہ آجاتا۔لیکن بدایونی کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس بحث میں شیعی علماء کی بحث بڑی مدلل ہوتی اوران لوگوں کی مدلل بات کے سبھی دانشور قائل ہوجاتے[۱]اسی بحث کے نتیجہ میں بعد میں بعض شیعی علماء نے کتابیں لکھیں ۔جن میں قاضی سید نور اللہ شوشتری کی احقاق الحق اہمیت کی حامل ہے۔ اکبران علماء سے متاثر ہوا جن کا مطالعہ عمیق تھا۔ اکبر نے ان علماء کا احترام کرنا شروع کردیا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ" اس بحث کے نتیجہ میں پہلے جو اکبر کی نظر میں چڑھے ہوئے تھے، وہ گرگئے اور جو دور تھے وہ اکبر کے قریب آگئے[۲]

۱۵۷۸ء میں اکبر کا انتہائی اہم قدم ہندوؤں ، عیسائیوں اور پارسیوں کو عبادت خانہ میں مدعو کرنا تھا۔ اکبر نے ایسا کیسے سوچا اس لئے کہ سولہویں صدی میں دنیا اس دور سے گذر رہی تھی کہ انگلینڈ اور یوروپ میں عیسائی ، عیسائیوں کا گلا کاٹ رہے تھے۔مسلم دنیا میں سنی شیعوں کا قتل کررہے تھے اور شیعہ سنیوں کا قتل کررہے تھے ۔لیکن یہ تھا اکبر کا ہندوستان جہاں فتح پور میں عبادت خانہ میں سنی، شیعہ ، ہندو، عیسائی اور پارسی دانشورانہ بحث میں مصروف تھے۔ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں ان لوگوں کی فہرست دی ہے جو اس بحث میں شامل تھے۔ ان میں صوفیاء، فلاسفہ ،مقرر ،علماء قاضی، سنی، شیعہ، برہمن، یہودی، عیسائی، زردشتی وغیرہ[۳] سبھی موجود رہا کرتے تھے۔

اکبر ہندوستان کا پہلا بادشاہ ہے جس نے آزادئ بیان کا احترام کیا۔ اورلوگوں کو آزادی بیان کی سہولت بھی فراہم کی ۔جس کے نتیجہ میں وہ مغل حکومت کے قریب آتے گئے۔ پھر اکبر کا اگلا قدم "صلح کل" کا قیام تھا۔ آزادی بیان اور صلح کل نے تو مغل حکومت میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ اس کے نتیجہ میں اکبر نے ایک مضبوط ہندوستان کا خواب دیکھا۔مغل حکومت کو اکبر کے عہد میں جو ترقی حاصل ہوئی اس میں اس کی ان دو پالیسیوں، ایک آزادی بیان اور دوسری صلح کل' کا بڑا دخل ہے۔ آج کا سیکولر ہندوستان اکبر کے خواب کی تعبیر ہے۔

۱۔بدایونی منتخب التواریخ، جلد دوم،صفحات ۲۱۱۔۳۰۸ ۲۔ایضاً صفحہ ۳۰۸

۳۔اکبرنامہ، جلد سوم، صفحہ ۳۶۵